بابت سنہ ۱۴۱۵ھ

دوسرا محاضرۂ علمیہ

بر موضوع

غیر مقلدیت

پیش کردہ

جناب مولانا محمد راشد صاحب اعظمی

استاذ فقہ دار العلوم دیوبند

9045272713

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضرورت تقلید

تعلیمات کتاب وسنت ہی اصل دین اور سرچشمۂ ہدایت ہیں، مگر ان سے حصولِ ہدایت ان کے صحیح فہم یا فہمِ صحیح رکھنے والے کسی فرد پر اعتماد کیے بغیر ممکن نہیں۔ کتاب وسنت میں جو علوم منظم طریقہ پر بیان کیے گیے ہیں جن کے حصول ہی پر فوز وفلاح کا دار ومدار ہے وہ پانچ علوم ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

باید دانست کہ معانی منظومۂ قرآن خارج از پنج علم نیست۔ علم احکام از واجب ومندوب ومباح مکروہ وحرام خواہ از قسم عبادت باشد یا معاملات یا تدبیر منزل یا سیاست مدنیہ و تفصیل این علم ذمۂ فقیہ است وعلم مخاصمت با چہار فرقہ ضالہ، یہود ونصاری ومشرکین و منافقین وتفریع برین علم ذمۂ متکلم ست وعلم التذکیر بآلاء اللہ از بیان خلق آسمان وزمین والہام بندگان بآنچہ ایشاں دربایست از بیان صفات کاملہ او تبارک وتعالیٰ وعلم التذکیر بایام اللہ یعنی بیان وقائع کہ آں را خدائے تعالیٰ

معلوم ہے کہ قرآن کریم کے معانی منظومہ پانچ علم کے علاوہ نہیں ہیں (۱) احکام واجب، مندوب مباح مکروہ اور حرام کا جاننا خواہ یہ احکام از قبیل عبادت ہوں یا معاملات یا تدبیر منزل یا سیاست مدنیہ کی قبیل سے ہوں۔ اس علم کی تفصیل فقیہ کے ذمہ ہے (۲) چاروں گمراہ فرقوں یعنی یہود و نصاری، مشرکین ومنافقین کے ساتھ مخاصمت کا علم، اس کی تفصیل متکلم کے سپرد ہے (۳) اللہ کی نعمتوں کے ذریعہ یاددہانی کا علم یعنی زمین و آسمان کی تخلیق، بندوں کو ان کی کارآمد چیزوں سے واقف کرانا۔ نیز اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ

9045272713

ایجاد فرمود است از جنس انعام مطیعین و تعذیب مجرمین و علم التذکیر بموت وما بعدآں از حشر و نشر و حساب و میزان و جنت و نار و حفظ تفاصیل این علوم والحاق احادیث و آثار مناسبۂ آں وظیفہ واعظ مذکر است لے

کا بیان (۴) اللہ کے مخصوص دنوں کے ذریعہ یاد دہانی کرانا یعنی اللہ کے پیدا کردہ حوادث کو بیان کرنا۔ مثلاً اطاعت گزاروں کو جو اللہ نے نوازا اور مجرمین کو جو سزا دی (۵) موت اور اس کے مابعد کے ذریعہ یاد دہانی کرانا، مثلاً حشر و نشر، حساب و کتاب، میزانِ اعمال اور جنت و جہنم کا تذکرہ۔ ان تینوں علوم کی تفصیل اور ان کے مناسب احادیث و آثار کو ملانا واعظ اور مذکر کا کام ہے۔

احادیث نبویہ چونکہ کتاب الٰہی کی فرع اور اس کی تبیین و تفسیر ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس (النحل) ہم نے آپ پر قرآن اتارا کہ لوگوں کے سامنے آپ اسے واضح کریں۔

اس لیے احادیث کے اصل علوم بھی انہیں پانچ قسموں پر منحصر ہیں ــــــــــ قرآن و حدیث کے ان پانچ علوم میں سے علم احکام کے علاوہ بقیہ چار علوم نسبۃً واضح اور سہل ہیں۔ ہر وہ آدمی بخوبی انھیں سمجھ سکتا ہے جس نے عربی اور اس کے اصول و ضوابط سے باضابطہ واقفیت حاصل کرلی ہو۔ لیکن علم احکام مذکورہ علوم کی بنسبت غامض اور دقیق ہے۔۔

صاحب مدار الحق تفسیر عزیزی کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں۔

”تفریق اقسام قرآن از محکم و متشابہ و ناسخ و منسوخ وظاہر و مأول و امتیاز ہر قسم از قسم دیگر واستنباطِ احکام از ہر قسم بغایت مشکل است۔ (انتہی) پس یہ صریح ہے اس باب میں کہ قرآن شریف بحسب استنباطِ احکامِ شرعیہ کے غایت مشکل ہے، کما قال اللہ تعالیٰ فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ ثم ان علینا بیانہ اگرچہ آسان بحسب پند اور

لے العوز الکبیر ص۳۔

وعظ اور نصیحت کے۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر ؏

علم احکام بغایت مشکل اور غامض ہے اسے قرآن وحدیث سے اخذ کرنے کے لئے عربی زبان کے قواعد وضوابط کی واقفیت ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لیے اعلیٰ درجہ کی فہم وفراست، ذہانت وذکاوت، فکر ونظر کی بلندی، قرآن وحدیث کے علوم کا بقدر ضرورت احاطہ، ناسخ ومنسوخ، محکم متشابہ، ظاہر ومأول کا علم اور ساتھ ہی ساتھ حزم واحتیاط نیز تقویٰ وطہارت کی صفات درکار ہیں۔

ایسے شخص کو قرآن کریم میں "اہل الذکر" اور "منیب" اور احادیث میں مجتہد کہا گیا ہے۔

علمائے محققین نے درجہ اجتہاد تک رسائی کے شرائط تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں۔

حضرت ولی اللّٰہ محدث دہلوی رح فرماتے ہیں۔

وشرطه انه لابد له ان يعرف من الكتاب والسنة ما يتعلق بالاحكام ومواقع الاجماع وشرائط القياس وكيفية النظر وعلم العربية والناسخ والمنسوخ وحال الرواة ومعرفة كلام من مضى من الصحابة والتابعين وتبعهم في ابواب الفقه .... قال البغوى والمجتهد من جمع خمسة انواع من العلم، علم كتاب الله عزوجل علم سنة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وعلم اقاويل علماء السلف من اجماعهم واختلافهم وعلم اللغة وعلم

اور اجتہاد کی شرط یہ ہے کہ اجتہاد والے کو ضرورت ہے کہ قرآن وحدیث اس قدر جانتا ہو جو احکام سے متعلق ہے اور اجماع کے موقعوں اور قیاس صحیح کی شرطوں اور نظر کی کیفیت اور علم عربیت اور ناسخ اور منسوخ اور راویوں کے حال سے اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے کلام سے فقہ کے ابواب میں واقف ہوں۔ بغوی نے کہا کہ مجتہد وہ عالم ہے جو کہ پانچ طرح کے علم کا حاوی ہو اول کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کا، دوم علم حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم۔ سوم علمائے سلف کے اقوال کا کہ ان کا اتفاق کس قول پر ہے اور اختلاف کس قول میں، چہارم علم لغت۔ پنجم

ؔ اہل الذکر

؎ مدارالحق ص۲۱۳۔

القیاس وھو طریق استنباط الحکم عن الکتاب والسنۃ اذ لم یجد ۂ صریحا فی نص کتاب او سنۃ او اجماع۔[۱]

علم قیاس، اور قیاس قرآن وحدیث سے حکم نکالنے کا طریقہ ہے جس صورت میں کہ حکم مذکور صریح قرآن وحدیث یا اجماع کے نصوص میں مجتہد نہ پاوے۔

علماء امت کا اس پر اجماع ہے کہ شرائط اجتہاد کے جامع شخص کے لیے کسی دوسرے کی تقلید کرنی جائز نہیں ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لم یذھب احد من المحصلین الی ان المجتھد یجوز لہ ان یعمل بموجب اجتہاد غیرہ۔[۲]

علمائے کرام میں سے کوئی بھی اس بات کی طرف نہیں گیا ہے کہ مجتہد کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دوسرے کے اجتہاد پر عمل کرے۔

صاحب مدار الحق رح فرماتے ہیں:

قال الشامی فی رد المحتار شرح الدر المختار فی بحث رسم المفتی لان المجتھد مامور بالعمل بمقتضیٰ ظنہ اجماعًا انتہی وقال فی مسلم الثبوت والعضدی شرح مختصر الاصول وتحریر الاصول وغیرھا من کتب الاصول لو حکم بخلاف اجتہادہ کان باطلًا اتفاقًا لانہ یجب علیہ العمل بظنہ ولا یجوز لہ التقلید مع اجتہادہ اجماعًا۔[۳]

علامہ شامی نے در مختار کی شرح رد محتار میں رسم المفتی کی بحث کے اندر فرمایا ہے۔ اس لئے کہ اجماع ہے کہ مجتہد کو اپنے اجتہاد پر عمل کرنا واجب ہے اور مسلم الثبوت اور عضدی شرح مختصر الاصول اور تحریر الاصول وغیرہ کتابوں میں ہے کہ اگر اپنے اجتہاد کے خلاف عمل کرے گا تو یہ اتفاقًا باطل ہے۔ اس لیے کہ مجتہد کو اپنے اجتہاد پر عمل کرنا واجب ہے کسی دوسرے کی تقلید اس کے لیے اجماعًا ناجائز ہے۔

9045272713

---

۱ عقد الجید ص۳۷؛ ۲ احیاء العلوم ص۳۲۱ ج۲۔
۳ مدار الحق فی رد معیار الحق ص۳۶۸—۳۶۹۔

جس طرح مجتہد کے لیے تقلید جائز نہیں اسی طرح غیر مجتہد کے لیے تقلید کا ترک جائز نہیں ہے آئندہ حقیقت تقلید کی بحث میں انشاء اللہ قرآن وحدیث اجماع اور قیاس کی روشنی میں اس کے دلائل بتفصیل عرض کیے جائیں گے۔ یہاں اجمالاً اکابر علمائے امت کی چند تصریحات پیش کی جاتی ہیں جو یقیناً کتاب وسنت ہی سے مستفاد ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

لان العامی یجب علیہ تقلید العالم[۱]

اس لیے کہ عامی آدمی کے لیے عالم کی تقلید واجب ہے

حضرت شاہ صاحبؒ عقد الجید میں فرماتے ہیں:

ویجب علی من لم یجمع ھذہ الشرائط تقلیدہ فی ما یعن علیہ من الحوادث[۲]

جو شخص شرائط اجتہاد کو جامع نہ ہو اس کے لئے پیش آمدہ حوادث میں مجتہد کی تقلید واجب ہے

صاحب مدار الحق رح علامہ شعرانی رح کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

وقال عبد الوہاب الشعرانی فی المیزان واما من لم یصل الی شھود عین الشریعۃ الاولی وجب علیہ التقلید[۳]

عبد الوہاب شعرانی رح نے میزان میں لکھا ہے کہ جو شخص عین شریعت کے مشاہدہ تک نہ پہنچا ہو اس پر تقلید واجب ہے۔

حضرت امام غزالی رح فرماتے ہیں:

بل علی کل مقلد اتباع مقلدہ فی کل تفصیل فاذن مخالفتہ للمقلد متفق علی کونہ منکراً بین المحصلین[۴]

بل کہ ہر مقلد پر اپنے متبوع کی تقلید واجب ہے تمام تفاصیل کے اندر علماء کے نزدیک متبوع کی مخالفت بالاتفاق جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن قیم رح فرماتے ہیں:

وقال ابن احمد سألت عن الرجل

امام احمد رح کے صاحبزادے فرماتے ہیں۔ میں نے

---

۱ حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۶۲ ج ۱ ؛ ۲ عقد الجید ص ۹ ؛

۳ مدار الحق ص ۳۱۵ ج ۱ ؛ ۴ احیاء العلوم ص ۳۲۱ ج ۲

9045272713

يكون عنده الكتب المصنفه فيها قول رسول الله صلى الله على وسلم والصحابه والتابعين وليس للرجل بصيرة بالحديث الضعيف والمتروك والاسناد القوي من الضعيف فيجوز ان يعمل بماشاء ويتخير منها فيفتى به و يعمل به قال لا يعمل حتى يسأل مايوخذ به فيكون يعمل على امر صحيح يسأل من ذلك اهل العلم[1]

امام احمد رح سے ایسے آدمی کے بارے میں سوال کیا جس کے پاس تصنیف شدہ کتابیں ہیں جن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رض اور تابعین کے اقوال ہیں۔ لیکن اس آدمی کو حدیث ضعیف، متروک اور اسناد قوی اور ضعیف کی معرفت نہیں ہے تو کیا اسکے لئے جائز ہے جس چیز پر چاہے عمل کرے اور اختیار کرے اور اس کے مطابق فتوی دے۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ قابل اخذ چیزوں کے بارے میں سوال کئے بغیر عمل نہیں کر سکتا۔ اہل علم سے معلوم کر کے امر صحیح ہی پر عمل کر سکتا ہے۔

حقیقت تقلید

گذشتہ مباحث سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ تقلید کی حقیقت اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ کہ ایک مجتہد کو کتاب وسنت کا واقف اور نکتہ داں سمجھ کر اس سے رہنمائی حاصل کی جائے، بذات خود وہ نہ تو واجب الاتباع ہے، نہ شریعت ساز۔ تقلید کی یہ حقیقت تقلید کے لغوی اور اصطلاحی معانی سے بھی بخوبی اخذ کی جاسکتی ہے۔

تقلید کی لغوی تحقیق

تقلید کے معانی لغت میں "کسی شی کو دوسری شی کے لئے لازم کر دینا ہے"۔

المعجم الوسیط میں ہے: "قلد فلانا الامر او العمل فوضه اليه والزمه اياه"[2]

---

[1] اعلام الموقعین بحوالہ مقدمہ اعلاء السنن ص ۴ ج ۲،

[2] المعجم الوسیط ص ۷۵۴۔

صاحب صراح فرماتے ہیں ،

" یقال قلدہ العمل کار در عہدۂ کسے کردن "[۱]

تقلید کا اصطلاحی مفہوم مشہور غیر مقلد عالم مولانا نذیر حسین رہ تقلید کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

" معنی تقلید کے اصطلاح میں اصلِ اصول کی یہ ہے کہ مان لینا اور عمل کرنا ساتھ قول بلا دلیل اس شخص کے جس کا قول حجت شرعی نہ ہو "[۲]

صاحب نامی شرح حسامی فرماتے ہیں ،

" التقلید اتباع الغیر علی ظن انہ محق بلا نظر فی الدلیل "[۳]

مولانا قاضی محمد اعلےٰ صاحب تھانوی رہ فرماتے ہیں ؛

التقلید اتباع الانسان غیرہ فیما یقول او یفعل معتقداً للحقیة من غیر نظر الی الدلیل کان ھٰذا المتبع جعل قول الغیر او فعلہ قلادۃ فی عنقہ من غیر مطالبۃ دلیل[۴]

تقلید انسان کا اپنے غیر کی اتباع کرنا اس کے قول یا فعل میں اسے حق سمجھتے ہوئے دلیل پر نظر کئے بغیر گویا کہ اس متبع نے غیر کے قول یا فعل کو اپنی گردن کا ہار بنا لیا ہے بلا کسی دلیل کے مطالبے کے

مسلم الثبوت میں ہے ؛

" التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجۃ "[۵]

حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب محدث رہ تعریف مذکور میں " من غیر حجۃ " کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں " یعنی من غیر حجۃ " کی مراد انتفاء حجت نہیں ہے ' اس کی توضیح یہ ہے کہ ایک تو کسی بات کو یوں ماننا ہوتا ہے کہ ماننے والا یہ جانتا ہو کہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے . دوسری

---

۱ صراح باب الدال صـ۱۴۳ ، ۴ معیار الحق صـ۷۵ ۵ کشاف اصطلاحات الفنون

۲ معیار الحق صـ۷۲ ، ۵ " " صـ۱۱۷۰

۳ نامی صـ۱۹۰ ،

904527213

شکل یہ ہوتی ہے کہ ماننے والے کو اس بات کی دلیل کا علم نہ ہو، چاہے واقع میں اس کی دلیل موجود ہو۔ یہی دوسری شکل انتفائے علم حجت کی ہے۔ اور یہی تقلید کا مفہوم ہے۔ جو مسلم الثبوت کے مذکورہ فقرے میں بیان ہوا ہے۔ چنانچہ علامہ سبکی رہ نے جامع الجوامع میں اس کو بالکل صاف کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں: هو اخذ القول من غير معرفة دليله۔ اور وہ مجتہد کے قول کو قبول کرنا اس کی دلیل جانے بغیر۔ اسی کو دوسرے عنوان سے تفتازانی نے ایک مقام پر ضمناً ذکر کیا ہے کہ مقلد جن احکام کو تسلیم کرتا ہے وہ احکام بلا دلیل نہیں ہوتے بلکہ یہ بات ہوتی ہے کہ مقلد کو ان کا علم دلائل میں غور و فکر کرنے سے حاصل نہیں ہوا ہے" حينئذ لا يخرج علم المقلد لانه علم بالاحكام الحاصلة عن ادلتها التفصيلية ان لم يكن علم المقلد حاصلاً من الادلة۔ (تلویح ۳۴ قسم)

بہرحال صاحب مسلم الثبوت کے نزدیک تقلید اس کا نام ہے کہ کسی قول کی دلیل نہ معلوم ہو اور اس کو مان لیا جائے .... شاہ صاحبؒ نے اسی من غیر حجۃ کے مفہوم کو پھیلا کر ان الفاظ میں بیان کیا ہے " لكن لما لم يكن له علم بما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبطريق الجمع "۔[۱] (حجۃ اللہ البالغہ)

ان تمام اقوال سے تقلید کا حاصل یہی نکلا کہ قرآن و حدیث کے علوم تک براہ راست رسائی نہ رکھنے والا انسان کسی راسخ فی العلم مجتہد کے واسطے سے ان کی اتباع کرے اور اس مجتہد کو شارع نہیں بلکہ شریعت تک پہنچنے کا واسطہ اور ذریعہ قرار دے۔

تقلید کی دو صورتیں

تقلید کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ تقلید کے لیے کسی خاص امام اور مجتہد کو متعین کیا جائے، بلکہ اگر ایک مسئلہ میں کسی عالم کا مسلک اختیار کیا گیا ہے تو دوسرے میں کسی دوسرے عالم کی رائے اختیار کر لی جائے اس کو تقلید غیر معین یا تقلید مطلق یا تقلید غیر شخصی کہتے ہیں

اور دوسری صورت یہ ہے کہ تمام مسائل میں کسی ایک ہی مجتہد عالم کی تقلید کی جائے جس کو تقلید معین اور تقلید شخصی کہتے ہیں۔ قرآن و حدیث سے دونوں ہی کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

---

[۱] مکتوب حضرت مولانا رہ مطبوعہ المآثر ربیع الآخر، جمادی الاول و جمادی الآخر ۹۳-۹۵ھ۔

9045272713

تقلید کا وجوب قرآن کریم سے

پہلی آیت سورۃ نحل اور سورۃ انبیاء کی ہے : فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ، اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہلِ ذکر سے پوچھو

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو علم و تحقیق میں ماہر نہ ہو اصولی طور پر ہدایت دی ہے کہ وہ اہل علم سے معلوم کرتے رہیں۔ یعنی اہل علم سے رجوع ان کے لئے لازم ہے اسی چیز کو تقلید کہتے ہیں

علامہ آلوسی تحریر فرماتے ہیں :

" واستدل بها ایضاً علی وجوب المراجعة للعلماء فیما لا یعلم "[۱]

اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ جس چیز کا خود علم نہ ہو اس میں علماء سے رجوع کرنا واجب ہے

آیت مذکورہ میں " اھل ذکر " کا اطلاق کن لوگوں پر ہوتا ہے اس کی تشریح کرتے ہوئے صاحب مدارالحق رح فرماتے ہیں :

فالآیة تدل علی اتباع اهل الذکر لکن جمیع افراد اهل الذکر غیر مراد باجماع الامة ...... فاذا کان جمیع افراد اهل الذکر غیر مراد فیحمل علی الفرد الکامل لا لناقص لانه المتیقن ولان المطلق یحمل علی الفرد الکامل غالبا .... فلا من حمله علی الفرد الکامل ای الاهلیة الکاملة ولانه مطلق محمول علی المقید وهو قوله تعالیٰ واتبعوا احسن ما انزل الیکم من

تو آیت دلالت کرتی ہے اہل ذکر کے اتباع پر۔ لیکن اس پر اجماع ہے کہ تمام اہل ذکر مراد نہیں ہیں۔ تو جب تمام اہل ذکر مراد نہیں ہیں تو اہلِ ذکر کو فرد کامل پر محمول کیا جائے گا کیوں کہ وہ متیقن ہیں۔ اور اس بناء پر بھی کہ مطلق عموماً فرد کامل پر محمول کیا جاتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ فرد کامل مراد لیا جائے یعنی مکمل اہل ہونا الخ اس بنا پر بھی کہ یہ مطلق مقید پر محمول ہے اور وہ مقید اللہ تعالیٰ کا قول واتبعوا الخ اتباع کرو اس چیز کے احسن پر جو تمہارے رب نے تمہارے لئے نازل کی۔ تو اس آیت کا مدلول

۱۔ ۲۰ ۱۲۔۱۱، ص ۱۴۸ ، ۱۴۲ ھ

9045272713

ربكم فان مدلوله الفرد الكامل من الكل كما سياتى منه الكلام فى الاستدلال على الوجوب فانه مما ثبت بالدليل الظنى۔

مجموعے میں سے فرد کامل ہے جیسا کہ اس کی تشریح آئے گی۔ الحاصل اتنی بات وجوب پر استدلال کرنے کے لیئے کافی ہے۔ کیونکہ وجوب دلیل ظنی سے ثابت ہوتا ہے۔

دوسری آیت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم"

تابعداری کرو تم ان احسن احکام کی جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف اتارے گئے ہیں۔

صاحب مدار الحق رح فرماتے ہیں:

فالآية نص صريح فى وجوب اتباع احسن ما انزل الينا من ربنا هو احكام الفرد الكامل وبيان ذلك الاجمال ان المجتهد مظهر كلام الله تعالى لا مثبت عند اهل السنة لان الحاكم هو الله تعالى وحده بالاجماع لقوله تعالى ان الحكم الا لله ..... فاذا كان المجتهد مظهراً لا مثبتاً كان احكامه ثابتة بالنص ولو معنا كما صرح به العلامة التفتازانى فى شرح العقائد حيث قال والثالث ان القياس مظهر لا مثبت فان الثابت بالقياس ثابت بالنص معنى انتهى وبيانه ان احكام المجتهدين على

تو آیت نص صریح ہے ان احسن احکام کے اتباع کے وجوب میں جو ہماری طرف ہمارے رب نے اتارے اور یہ فرد کامل کے احکام ہیں اس کی وضاحت یہ ہے کہ مجتہد اہل سنت کے نزدیک اللہ کے حکم کو ظاہر کرنے والا ہوتا ہے نہ کہ ثابت کرنے والا۔ اس لیے کہ ثابت کرنے والی ذات تو بالاجماع صرف اللہ تعالےٰ کی ہے۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ حکم صرف اللہ کا ہے۔ تو جب ثابت ہوا کہ مجتہد صرف مظہر ہوتا ہے نہ کہ مثبت۔ تو اس کے احکام معنی ثابت بالنص قرار دیے جائیں گے جیسا کہ علامہ تفتازانی نے شرح عقائد میں اس کی وضاحت کی ہے کہ قیاس مظہر ہوتا ہے نہ کہ مثبت۔ پس ثابت بالقیاس معنی ثابت بالنص ہوتا ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ احکام

9045272713

قسمين قسم ثابت بالنص وقسم ثابت بالقياس ولكن لما كان القياس تعدية الحكم من الاصل الى الفرع لاتحاد العلة كان الثابت بالقياس ثابتا بالنص معنىً فاذا كان احكامه ثابتة بالنص ولو معنى ولاشك فى ان الاحكام المستخرجة بقوة الفرد الكامل احسن من الاحكام المستخرجة بقوة غيره كان الاحكام المستخرجة بقوة الفرد الكامل احسن ما انزل فلما كانت الاية تدل على وجوب اتباع احسن ما انزل وكانت الاحكام المستخرجة بقوة الفرد الكامل احسن من احكام المستخرجة بقوة غيره۔ دلت على اتباع الفرد الكامل من الكل فوجب على المقلد اتباع مذهب الفرد الكامل بذلك الكتاب لاريب فيه [1]

مجتہدین دو طرح کے ہوتے ہیں (۱) ثابت بالنص (۲) ثابت بالقیاس۔ لیکن جب قیاس نام اتحاد علت کی بناء پر حکم کا اصل سے فرع کی طرف متعدی ہونا ہے تو ثابت بالقیاس گویا کہ ثابت بالنص ہوا۔ تو جب مجتہد کے احکام معنی کے اعتبار ثابت بالنص کی طرح ہوئے تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ احکام جو فرد کامل کی قوت سے مستنبط کیے گئے ہیں، ان احکام سے احسن ہیں جو فرد کامل کے غیر کی طرف مستنبط کیے گئے ہوں، ساتھ ساتھ فرد کامل کی جانب سے مستنبط کئے ہوئے احکام احسن ما انزل کے درجہ میں ہوئے اور آیت میں اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ کی اتباع کے وجوب پر دلالت ہے تو لازمی طور سے اس آیت کی رو سے فرد کامل کے مستنبط کئے ہوئے احکام کی اتباع واجب ہوئی (اور یہی تقلید ہے)۔

تیسری آیت

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذا جاءهم امر من الامن او الخوف اذاعوا به ولو ردوه الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلمه

اور جب ان (عوام الناس) کے پاس امن یا خوف کی کوئی بات پہنچتی ہے تو یہ اس کی اشاعت کر دیتے ہیں۔ اور اگر یہ اس معاملے کو رسول کی

[1] مدار الحق ص ۳۴۳-۳۴۵۔

9045272713

الذین یستنبطونه منهم۔

طرف یا اپنے اولوالامر کی طرف لوٹا دیتے تو ان میں سے جو لوگ اس کے استنباط کے اہل ہیں۔ وہ اس (کی حقیقت) کو خوب معلوم کر لیتے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

فثبت ان الاستنباط حجة والقیاس اما استنباط او داخل فیه فوجب ان یکون حجة اذا ثبت هذا فنقول الآیة دالة علی امور احدها ان فی احکام الحوادث ما لا یعرف بالنص بل بالاستنباط وثانیها ان الاستدلال حجة وثالثها ان العامی یجب علیه تقلید العلماء فی احکام الحوادث۔[1]

پس ثابت ہوا کہ استنباط حجت ہے اور قیاس یا تو بذات خود استنباط ہوتا ہے یا اس میں داخل ہوتا ہے لہٰذا وہ بھی حجت ہوا جب یہ بات طے ہو گئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت چند امور کی دلیل ہے۔ ایک یہ کہ نت نئے پیش آنے والے مسائل میں بعض امور ایسے ہوتے ہیں جو نص سے (صراحۃً) معلوم نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کا حکم معلوم کرنے کے لیے استنباط کی ضرورت پڑتی ہے۔ دوسرے یہ کہ استنباط حجت ہے۔ تیسرے یہ کہ عامی آدمی پر واجب ہے کہ وہ پیش آنے والے مسائل و احکام کے بارے میں علماء کی تقلید کرے۔

امام ابوبکر الجصاص رازی رح فرماتے ہیں:

فقد حدث هذه الآیة معانی منها ان فی احکام الحوادث ما لیس بمنصوص علیه بل مدلول علیه ومنها ان علی العلماء استنباطه والتوصل الی معرفته برده الی نظائره من المنصوص ومنها ان العامی علیه تقلید العلماء

یقیناً یہ آیت کریمہ متعدد معانی و مطالب پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ پیش آمدہ مسائل کے احکام ایسے بھی ہیں جو صراحۃً ثابت نہیں بلکہ دلیل سے ان کی طرف رہنمائی ہوتی ہے اور دوسرا یہ کہ علماء پر ان کا استنباط اور منصوص نظائر کی طرف لوٹا کر ان کی معرفت تک رسائی

---

[1] تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۷۳۔

9045272713

فی احکام الحوادث لہ

لازم ہے۔ اور تیسرا یہ کہ عامی پر پیش آمدہ مسائل میں علماء کی تقلید لازم ہے۔

مولانا عبدالحق صاحب حقانی فرماتے ہیں کہ:

"ہاں یہ بات ضروری ہے کہ استنباط کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے اور اس کے شروط بھی ہیں اور استنباط کو فقہا قیاس بھی کہتے ہیں۔ پس جو استنباط نہ کر سکتا ہو اسکو اس مسئلہ میں جو اسکو کتاب وسنت واجماع میں نہ ملے تو مستنبط یعنی مجتہد سے پوچھ کر اس پر عمل کرنا چاہیے اور اسی کو تقلید شرعی کہتے ہیں جس کی ضرورت سمجھی گئی" ۲ۃ

چوتھی آیت

سورہ نساء میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اولوالامر کی اطاعت کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ "اولوالامر" کی اطاعت بھی واجب قرار دی ہے "اولوالامر" کی تفسیر میں بعض علماء نے تو یہ فرمایا ہے کہ اس سے مراد مسلمان حکام ہیں۔ اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد فقہاء ہیں۔ یہ دوسری تفسیر حضرت جابر بن عبداللہ رض حضرت عبداللہ بن عباس رض حضرت مجاہد رح حضرت عطاء بن ابی رباح حضرت عطاء بن السائب سے منقول ہے۔ اور امام رازی رح نے اسی تفسیر کو متعدد دلائل کے ذریعہ ترجیح دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"اس آیت میں لفظ اولوالامر سے علماء مراد لینا اولیٰ ہے" ۳ۃ

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی رح تحریر فرماتے ہیں:

وقال جابر بن عبد اللہ ومجاھد — حضرت جابر بن عبداللہ رض اور مجاہد رح کے

۱ۃ احکام القرآن ص۲۱۵۱ ج۲، ۲ۃ تفسیر حقانی ص۲۵ ج۵

۳ۃ بحوالہ تقلید کی شرعی حیثیت ص۱۶

9045272713

"اولوالامر" اھل القران والعلم وھو اختیار مالک ونحوہ قول الضحاک قال یعنی الفقہاء والعلماء فی الدین وحکی عن مجاھد انھم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ وحکی عن عکرمہ انھا اشارۃ الی ابی بکر وعمر رضی اللہ عنھما خاصۃ [1]

نزدیک "اولوالامر" سے مراد اہل القرآن والعلم ہیں اسی کو امام مالک رح نے اختیار کیا ہے اور اسی جیسا ضحاک رح کا قول ہے کہ فقہا اور علمائے دین مراد ہیں۔ مجاہد رح سے مروی ہے کہ وہ خصوصاً اصحاب رض محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور عکرمہ سے منقول ہے کہ اس سے مراد خاص طور پر حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض ہیں۔

ان اقوال اور تشریحات سے ثابت ہوا کہ اولوالامر یعنی اہل قرآن، اہل حدیث، فقہاء، صحابۂ کرام رض یا بعض قول کے اعتبار سے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی اطاعت اور اتباع واجب ہے اور اس کی اتباع اور اطاعت ہی کا دوسرا نام تقلید ہے۔

اگر دوسری تفسیر کے اعتبار سے "اولوالامر" سے مراد حکام لیے جائیں تو ان کی اطاعت بھی علماء ہی کی اطاعت کے تابع ہے۔

نواب صدیق صاحب رح فرماتے ہیں،

والتحقیق ان الامراء انما یطاعون اذا امروا بمقتضی العلم فطاعتھم تبع لطاعۃ العلماء کما ان طاعۃ العلماء تبع لطاعۃ اطاعۃ الرسول [2]

تحقیق یہ ہے کہ امراء اور حکام کی اطاعت تب ہی کی جا سکتی ہے کہ وہ علم شریعت کے مطابق فیصلہ کریں تو امراء کی اطاعت علماء کی اطاعت کے تابع ہے جیسا کہ علماء کی اطاعت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے تابع ہے۔

اسی آیت کا اگلا جملہ ہے۔

فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ

پس اگر کسی معاملے میں تمہارا اختلاف ہو جائے

---

[1] تفسیر القرطبی ص ۲۶۱ ج ۳۔

[2] الجنۃ ص ۲ بحوالہ الکلام المفید ص ۱۳۔

9045272713

والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر۔

تو اس معاملے کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔ اگر اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو

• یہ مستقل جملہ ہے اس میں مجتہدین کو خطاب کیا گیا ہے، آیت کے اس حصے سے بھی ثابت ہوتا ہے "اولوالامر" کی تفسیر علماء ہی سے کرنا زیادہ مناسب ہے۔

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وقوله تعالىٰ عقيب ذلك فان تنازعتم في شيء فردوه الى الله والرسول يدل على ان اولى الامر هم الفقهاء لانه امر سائر الناس بطاعتهم ثم قال فان تنازعتم الخ فامر اولى الامر برد المتنازع فيه الى كتاب الله وسنة نبيه صلى الله عليه وسلم واذ كانت العامة ومن ليس من اهل العلم ليست هذه منزلتهم لانهم لا يعرفون كيفية الرد الى كتاب الله والسنة ووجوه دلائلها على احكام الحوادث فثبت انه خطاب للعلماء [۱]

اولوالامر کی اطاعت کا حکم دینے کے بعد فوراً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ اگر کسی معاملے میں تمہارے درمیان اختلاف ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔ اس بات کی دلیل ہے کہ اولوالامر سے مراد فقہاء ہیں کیوں کہ اللہ نے تمام لوگوں کو ان کی اطاعت کا حکم دیا پھر فان تنازعتم فرماکر "اولوالامر" کو حکم دیا کہ جس معاملے میں ان کے درمیان اختلاف ہو تو اللہ کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف لوٹا دو۔ یہ حکم فقہاء ہی کو ہو سکتا ہے کیوں کہ عوام الناس اور غیر اہل علم کا یہ مقام نہیں ہے اس لیے کہ وہ اس بات سے واقف نہیں ہوتے کہ اللہ کی کتاب اور سنت کی طرف لوٹانے کا کیا طریقہ ہے اور نہ انہیں نت نئے مسائل مستنبط کرنے کے لیے دلائل کے طریقوں کا علم ہوتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوگیا کہ یہ خطاب علماء کو ہے۔

---

[۱] احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۵۶۔

9045272713

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں :

واما القول الثانی فیدل علی صحتہ قولہ تعالیٰ فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول فامر تعالیٰ برد المتنازع فیہ الی کتاب اللہ وسنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیس لغیر العلماء معرفۃ کیفیۃ الرد الی الکتاب والسنۃ ویدل ھٰذا علی صحۃ کون سوال العلماء واجبًا وامتثال فتواھم لازمًا [له]

بہر حال قول ثانی کی صحت پر اللہ تعالیٰ کا قول فان تنازعتم اگر تم اختلاف کرو کسی چیز میں تو اس کا معاملہ اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ، اس میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ متنازع فیہ معاملہ کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف لے جاؤ اور غیر عالم کو کتاب وسنت کی طرف لوٹانے کی کیفیت کا علم نہیں ہوتا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علماء سے سوال کرنا واجب اور ان کے فتوے کو تسلیم کرنا لازم ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں :

وکذالک یشتمل الفقہاء والعلماء والمشائخ بل اولیٰ لانھم ورثۃ الانبیاء وخازنوا احکام اللہ واحکام رسولہ اخرج ابن جریر والحاکم وغیرھما عن ابن عباس ھم اھل الفقہ والدین وفی لفظھم اھل العلم وابن ابی شیبہ والحاکم وصححہ وغیرھما، عن جابر بن عبداللہ نحوہ وعن ابی العالیہ ومجاھد کذالک وقال اللہ تعالیٰ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین

ایسے ہی یہ علماء، فقہاء اور مشائخ کو شامل ہے بلکہ یہ حضرات اولیٰ ہیں کیوں کہ یہی انبیاء علیہم السلام کے وارث اور احکام خدا اور رسول کے حامل ہیں۔ ابن جریرؒ اور حاکم وغیرہ نے ابن عباس رضؓ کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد اہل الفقہ والدین ہیں اور دوسری روایت کے اعتبار سے یہ "اہل علم" ہیں۔ ابن شیبہ اور حاکم وغیرہ نے جابر بن عبداللہ سے اس کے مثل بیان کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور ابو العالیہؒ اور مجاہد رحؒ سے بھی یہی منقول ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اگر یہ

[له] تفسیر القرطبی صفحہ ۲۶۰ جلد ۳

9045272713

یستنبطونه منهم وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم العلماء ورثة الانبیاء رواه احمد والترمذی وابو داود وابن ماجه من حدیث کثیر بن قیس وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم للصحابة رضوان الله علیهم اجمعین الناس لکم تبع وان رجالاً یاتونکم من اقطار الارض یتفقهون فی الدین رواه الترمذی عن ابن سعید خذری ؎

کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولو الامر کی طرف لوٹاتے تو ان میں سے مسائل کی تہ تک پہونچنے والے لوگ اس کو معلوم کر لیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' علما انبیاء کے وارث ہیں۔ اس حدیث کو احمد اور ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کثیر بن قیس کی روایت سے بیان کیا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ لوگ تمہارے تابع ہیں اور بے شک کچھ لوگ زمین کے اطراف سے تمہارے پاس فقہ فی الدین کی تعلیم حاصل کرنے آئیں گے۔ اسے ترمذی نے ابو سعید خذری سے روایت کیا ہے۔

پانچویں آیت

سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون

پس کیوں نہ نکل پڑا ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک گروہ تاکہ یہ لوگ دین میں تفقہ حاصل کریں اور تاکہ لوٹنے کے بعد اپنی قوم کو ہوشیار کریں شاید کہ وہ لوگ اللہ کی نافرمانی سے بچیں۔

آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ تمام ہی مسلمانوں کو جہاد وغیرہ دیگر کاموں میں مصروف نہ ہو جانا چاہئے بلکہ ایک جماعت تو ایسی ضرور ہونی چاہیے جو اپنے آپ کو تفقہ فی الدین کے لیے یکسو کرے اور انہیں حضرات کے ذمے ہے کہ اپنے کم علم بھائیوں کو احکام شریعت بتلائیں اور کم علم حضرات پر لازم ہے کہ اپنے اہل علم افراد کی اتباع کریں تاکہ اللہ کی نافرمانی سے محفوظ رہ سکیں۔ اسی اتباع کو بلفظ دیگر تقلید کہتے ہیں۔

؎ تفسیر مظہری ص ۱۵۲۔

9045272713

امام ابوبکر جصاص رح فرماتے ہیں :

فاوجب الحذر بانذارھم والزم المنذرین قبولہ قولھم [1]

پس اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں پر واجب کیا کہ علماء کے آگاہ کرنے کے بعد ہوشیار ہو جائیں اور ان کے قول کو تسلیم کریں۔

یہ چند آیات ہیں جن سے نفس تقلید کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اب اسی سلسلہ میں چند احادیث پیش کی جاتی ہیں

تقلید کا وجوب احادیث سے

ترمذی میں حضرت عرباض رضؓ بن ساریہ کی روایت سے ایک طویل حدیث منقول ہے، جس میں حضورؐ کا ارشاد ہے :

۱، من یعش منکم بعدی یری اختلافا کثیرا وایاکم ومحدثات الامور فانھا ضلالۃ فمن ادرک ذٰلک منکم فعلیہ بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ [2] (ھذا حدیث صحیح)

تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا تم نو ایجاد چیزوں سے پرہیز کرو اسلئے کہ وہ گمراہی ہیں، تو تم میں کا جو آدمی بھی ان فتنوں کو پائے وہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑے اور اسے اپنی داڑھوں سے مضبوط جکڑ لے۔

اس روایت میں کس اہتمام بلیغ کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سنتوں کے ساتھ ساتھ خلفائے راشدین کی سنتوں کو اختیار کرنے کا حکم فرما رہے ہیں۔ اپنے ان مبارک الفاظ سے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد آنے والے تمام لوگوں پر خلفائے راشدین کی تقلید واجب فرما دی۔

(۲) عن حذیفۃ قال کنا جلوسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی واشار الی ابی بکر وعمر [3]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے نہیں معلوم، میں کب تک تمہارے درمیان رہوں تم میرے بعد

قلتُ : اس سے ترتیب خلافت کی طرف اشارہ ملتا ہے

[1] احکام القرآن للجصاص ص ۲۶۲/۲ ، [2] ترمذی ص ۹۲/۲ ، [3] ترمذی باب المناقب ص ۲۰۷/۲ ۔

9045272713

دو شخصوں کی اقتدا کرنا اور آپ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔

اس حدیث میں ایک بات بطور خاص قابل غور ہے۔ یہاں "اقتدا" کا لفظ استعمال ہوا جو عموماً انتظامی امور نہیں بلکہ دینی امور میں کسی کی اطاعت اور پیروی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ (انعام۔ ۹۰)

یہی لوگ جن کو اللہ نے ہدایت دی پس تم ان کی ہدایت کی اقتدا کرو۔

صحیح بخاری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات کے واقعہ میں ہے:

یقتدی ابوبکر بصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناس مقتدون بصلوٰۃ ابی بکرؓ [1]

حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکرؓ کی نماز کی اقتدا کر رہے تھے۔

یہ اور ان کے علاوہ بے شمار نصوص ہیں "اقتدا" دینی امور میں کسی کی اتباع اور پیروی کے لیے آتا ہے۔ اس لئے پیش کردہ حدیث کا مقصد دینی امور میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی اقتدا کا حکم دینا ہے اور اسی کا نام تقلید ہے۔

(۳) مسند احمد میں حضرت سہل بن معاذ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

ان امرأۃ اتتہ فقالت یارسول اللہ انطلق زوجی غازیاً وکنت اقتدی بصلوٰتہ اذا صلی وبفعلہ فاخبرنی بعمل یبلغنی عملہ حتی یرجع [2]

ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا شوہر جہاد کے لئے چلا گیا ہے اور جب وہ نماز پڑھتا تھا تو میں اس کی پیروی کرتی تھی اور اس کے تمام افعال کی اقتدا کرتی تھی اب آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے اس کے عمل کے برابر پہنچا دے یہاں تک کہ وہ لوٹ کر آجائے۔

---

[1] بخاری ص ۹۹ ج ۱۔ [2] مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۹ بحوالہ تقلید کی شرعی حیثیت ص ۳۲۔

9045272713

یہاں اس عورت نے صاف طور سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا میں اپنے شوہر کی نماز اور اس کے علاوہ شوہر کے تمام افعال میں اس کی اقتدا کرتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

(۴) عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لایقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من العباد ولکن یقبض بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤسا جہالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[۱]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ علم کو اللہ تعالیٰ اس طرح نہیں اٹھائیں گے کہ اسے بندوں کے دل سے سلب کرلیں، بلکہ علم اس طرح اٹھائیں گے کہ علماء کو اپنے پاس بلالیں گے۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، ان سے سوالات کئے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

اس حدیث میں واضح طور پر اس بات کا ثبوت ہے کہ مسائل علیہ بتلانا، فتوے دینا، یہ صرف علماء کا کام ہے ہر کس وناکس کا یہ منصب نہیں جو حضرات مرتبہ علم پر فائز نہیں ہیں وہ ان تمام امور دینیہ اور مسائل شرعیہ میں علماء ہی کی طرف رجوع اور انہیں کی تقلید کے محتاج ہیں۔ اور یہی جادۂ حق اور راہ خیر ہے۔ اس کے برعکس جب غلبہ شر کا زمانہ آئے گا تو علماء مفقود اور جہلاء جلوۂ محراب و منبر ہوں گے۔ اور بالکل یہ صورت حال ہوگی ؎

پری نہفتہ رخ و دیو با کرشمہ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجی است

یہ جہلاء ہی لوگوں کے مقتدا مفتی اور مجتہد بن بیٹھیں گے جو خود بھی سراپا زیغ و ضلال ہوں گے اور دوسروں کو بھی راہ ہدایت سے دور کردیں گے۔

---

[۱] بخاری کتاب العلم صفحہ ۲۰ ج ۱۔ ترمذی ابواب العلم صفحہ ۹۰ ج ۲۔ مسند حمیدی صفحہ ۲۶۵ ج ۱۔

علماء اگر موجود نہ ہوں تو گذرے ہوئے علماء کی تقلید کیجائے

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اس دور میں احکام شریعت پر عمل کرنے کے سوائے اس کے اور کیا صورت ہو سکتی ہے کہ وہ لوگ گذرے ہوئے علماء کی تقلید کریں کیوں کہ جب زندہ لوگوں میں کوئی عالم نہیں بچا تو نہ کوئی شخص براہ راست قرآن وسنت سے احکام اخذ کرنے کا اہل رہا اور نہ کسی زندہ عالم کی طرف رجوع کرنا اس کی قدرت میں رہا کیوں کہ کوئی عالم موجود ہی نہیں۔ لہٰذا احکام شریعت پر عمل کرنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ جو علماء وفات پا چکے ہیں ان کی تصانیف وغیرہ کے ذریعہ ان کی تقلید کی جائے۔ لہٰذا یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب تک علماء اہل اجتہاد موجود ہوں اس وقت تک ان سے مسائل معلوم کئے جائیں اور ان کے فتووں پر عمل کیا جائے۔ اور جب کوئی عالم باقی نہ رہ جائے تو نا اہل لوگوں کو مجتہد سمجھ کر ان کے فتووں پر عمل کرنے کے بجائے گذشتہ علماء میں سے کسی کی تقلید کی جائے ورنہ آدمی کا دین محفوظ نہیں رہ سکتا۔

(۵) ابراهيم ابن عبد الرحمٰن العذرى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يحمل هٰذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين (رواه البيهقى فى كتاب المدخل مرسلاً[1])

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آنے والی نسل کے ثقہ لوگ اس علم دین کے حامل ہوں گے جو اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف اور اہل باطل کے جھوٹے دعووں اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کریں گے۔

اس حدیث میں اہل علم کا کار منصبی بتلایا گیا ہے کہ وہ جاہلوں کی تاویلات سے دین کی حفاظت کرتے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ جہلاء کو تاویل دین کا ہرگز حق نہیں، یہ صرف علماء ہی کی شان ہے۔ تو ان حضرات کے لئے صرف یہی راستہ رہ جاتا ہے کہ وہ علماء کی اتباع اور کتاب وسنت سے اخذ مسائل کے سلسلہ میں اہل علم ہی کی تقلید کریں۔

(۶) عن جابر قال خرجنا فى سفر فاصاب رجلاً منا حجرٌ فشجه فى راسه

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ سفر میں تھے۔ ہم میں سے ایک آدمی کو

---

[1] مشکوٰۃ کتاب العلم ۳۶۔

9045272713

فاحتلم فسأل اصحابه هل تجدون لى رخصة فى التيمم قالوا ما نجد لك رخصة وانت تقدر على الماء فاغتسل فمات فلما قدمنا على النبى صلى الله عليه وسلم اخبرنا بذالك قال قتلوه قتلهم الله الا سألوا اذلم يعلموا فانما شفاء العى السوال....

(رواہ ابوداؤد ورواہ ابن ماجہ عن عطاء بن ابی رباح عن ابن عباس) [1]

پتھر لگ گیا جس نے اس کے سر کو زخمی کر دیا ۔ اس حالت میں ان صاحب کو احتلام ہو گیا انہوں نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ کیا تم لوگ میرے سلسلہ میں کچھ رخصت پاتے ہو ۔ ان لوگوں نے کہا ہم آپ کے لئے کوئی رخصت نہیں پاتے کیوں کہ تم پانی پر قادر ہو ۔ چنانچہ انہوں نے غسل کر لیا جس کی وجہ ان کی موت ہوگئی ۔ واپس آکر یہ ماجرا ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، اللہ انہیں سمجھے ان لوگوں نے اس کو قتل کر دیا ۔ جب مسئلہ نہیں جانتے تھے تو کیوں نہیں معلوم کر لیا ۔ سوال ہی تو درماندگی کی شفاء ہے ۔

اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر سخت برہمی کا اظہار فرمایا جنہوں نے نہ جاننے کے باوجود بھی اہل علم سے سوال کرنے میں پہلوتہی کی ۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ کسی مسئلہ شرعیہ کے صحیح ادراک سے قاصر ہوں، ان کے مرض جہل کا علاج صرف یہی ہے کہ وہ اہل علم سے سوال کریں بعینہٖ یہی چیز تقلید ہے ۔

(۷) عن ابن سیرین قال ان هذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم [2]

(رواہ مسلم)

ابن سیرین فرماتے ہیں بے شک یہ علم دین ہے تو یہ دیکھو کہ تم اپنا دین کن سے حاصل کرتے ہو

ثابت ہوا کہ ہر آدمی ایسا نہیں کہ جس سے دین حاصل کیا جائے بلکہ اس کے لئے مخصوص اہل علم واہل دیانت حضرات ہیں ۔ صرف اہل علم ہی سے دین حاصل کیا جا سکتا ہے ۔ بقیہ حضرات انھیں کے تابع اور مقلد ہوں گے ۔

---

[1] مشکوٰۃ باب التیمم ص ۵۴-۵۵ ۔

[2] مشکوٰۃ کتاب العلم ص ۳۷ ۔

9045272713

تقلید اور اتباع ایک ہی چیز ہے

یہاں یہ بات واضح کردینی ضروری ہے کہ بعض حضرات زور و شور کے ساتھ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ تقلید اور چیز ہے اور اتباع اور ہے۔ ان حضرات کا یہ کہنا ہے کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کا ثبوت ہے وہ اتباع ہے اور وہی محمود اور مطلوب ہے اور ہم اتباع سلف کے مامور ہیں۔ اس کے برخلاف تقلید کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ وہ مذموم اور ممنوع ہے۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ (المتوفی سنہ ۱۹۴۸ء) تحریر فرماتے ہیں:

"ہمارا اعتقاد ہے کہ ہم اتباع سلف کے مامور ہیں تقلید کے مامور نہیں۔ تقلید اور اتباع میں بہت فرق ہے۔ تقلید محض قول بلا معرفت دلیل کے قبول کرنے کا نام ہے اور اتباع علی وجہ البصیرت قبول کرنے کا نام ہے۔" [1] (ملاحظہ ہو اعلام الموقعین ص ۲۸۵/۱)

اس کے جواب میں اولاً لفظ "اتباع" کی تحقیق عرض کی جاتی ہے۔ ارباب لغت لکھتے ہیں:

يقال تبعه واتبعه قفا اثره وذالك تارة بالارتسام والائتمار [2]

کہا جاتا ہے تبعہ واتبعہ اس کے نقش قدم کو اختیار کیا اور یہ اتباع بعض دفعہ نقش قدم اختیار کرنے اور حکم بجاآوری کی شکل میں ہوتا ہے۔

اتبع الشئ سار وراءه ويقال اتبع الامام حذا حذوه [3]

کہا جاتا ہے "اتبع الشی" کے پیچھے چلا اور کہا جاتا ہے "تبع الامام" امام کی مکمل تقلید کی۔

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

الاتباع سلوك طريق المتبع والاتيان بمثل ما اتى به [4]

اتباع متبوع کے راستے کو اختیار کرنا ہے اور وہی کرنا ہے جو متبوع نے کیا۔

ان وضاحتوں سے یہ چیز بالکل مبرہن ہوگئی کہ "اتباع" اور تقلید بعینہ ایک ہی شئی ہیں۔ چنانچہ علماء بعض دفعہ تقلید کی تعریف ہی لفظ "اتباع" سے کرتے ہیں۔

9045272713

---

[1] تقلید شخصی وسلفی ص ۴۲ بحوالہ الکلام المفید، [2] مفردات امام راغب ص ۷۳، وبصائر ذوی التمییز لطائف الکتاب ص ۲۹۳ . [3] المعجم الوسیط ص ۸۱،
[4] مقدمہ اعلاء السنن ص ۹ ج ۲،۔

حضرت مولانا قاضی محمد اعلیٰ صاحب رح فرماتے ہیں ،

التقلید اتباع الانسان غیرہ فیما یقول او یفعل[1] الخ

تقلید انسان کا اپنے غیر کا اتباع کرنا ہے اسکے قول اور فعل کے اندر۔

علامہ ابن مالک رح اور ابن العینیؒ فرماتے ہیں ،

وھو عبارۃ عن اتباعه قوله وفعله معتقدًا للحقیة من غیر تامل فی الدلیل[2]

تقلید دوسرے کے قول اور فعل میں اس کی اتباع کا نام ہے یہ اعتقاد کرتے ہوئے کہ وہ حق ہے بغیر اس کے کہ دلیل کی فکر میں پڑے۔

علامہ عبدالحق حقانی رح فرماتے ہیں ،

التقلید اتباع الغیر علی ظن انه محق بلا نظر فی الدلیل[3]

تقلید غیر کی اتباع کرنا ہے یہ خیال کر کے کہ وہ حق پر ہے دلیل پر نظر کیے بغیر۔

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب رح ولا تتبعوا من دونه اولیاء کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ؛

خرج بقوله من دونه من کانت ولایته من جهة الله تعالیٰ کالانبیاء والعلماء[4]

اللہ تعالیٰ کے قول "من دونه" سے وہ لوگ نکل گئے جن کی ولایت منجانب اللہ ہے جیسے انبیا اور علماء۔

ثابت ہوا کہ علمائے شریعت کی تقلید بھی "اتباع ما انزل اللہ" کے درجے میں ہے۔

غیر مقلد کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین صاحبؒ فرماتے ہیں :

" اور معنی تقلید کے عرف میں یہ ہیں کہ وقت لاعلمی کے کسی اہل علم کا قول مان لینا اور اس پر عمل کرنا، اور اسی معنی عرفی میں مجتہدوں کے اتباع کو تقلید بولا جاتا ہے .... اور غزالی رح اور آمدی رح اور ابن الحاجبؒ نے کہا ہے کہ

---

[1] کشاف اصطلاحات الفنون ص۱۱۷۸ ۔　[4] تفسیر مظہری ص۳۲۳ جلد ۳ ۔

[2] شرح منار ص۲۵۲ بحوالہ الکلام المفید ص۳۲ ۔

[3] شامی شرح حسامی ص۱۹۰ ۔

9045272713

رجوع کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع اور مفتی اور گواہوں کی طرف اگر تقلید قرار دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے. پس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا جوز ہے" ؎۱

۲ : ابن ابوالعز رہ فرماتے ہیں :

فمن تعصب لواحد معین غیر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کمالک و ابی حنیفة رہ والشافعی رہ واحمد و رای ان قول ھذا ھو الصواب الذی ینبغی اتباعہ دون قول الائمة الباقین فھو ضال وان اعتقد انہ یجب علی الناس اتباعہ دون غیرہ من ھٰولاء الائمة فانہ یخشی علیہ الکفر. ؎۲

تو جس شخص نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی ایک متعین آدمی جیسے مالک رہ ابوحنیفہ شافعی اور احمد کے لئے تعصب اختیار کیا' اور اس نے یہ خیال کیا کہ یہی درست ہے اور بقیہ ائمہ کے علاوہ صرف انہیں کی اتباع مناسب ہے تو ایسا شخص گمراہ ہے اور اگر اس نے یہ اعتقاد رکھا کہ لوگوں پر اسی کی اتباع واجب ہے نہ اس کے علاوہ دوسرے ائمہ کی' تو ایسے آدمی کے ایمان کا خوف ہے.

اگرچہ یہ عبارت تقلید کی مذمت کے سلسلے میں ہے اور اس کا جواب بھی انشاء اللہ آگے عرض کیا جائے گا. یہاں اس کے پیش کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس غیر مقلد عالم نے اتباع کو تقلید ہی کے معنی میں استعمال کیا ہے.

۳ : حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رہ فرماتے ہیں :

"اتباع اور تقلید کے معنی واحد ہیں" ؎۳

نیز مولانا ثناء اللہ صاحب نے ابن القیم رہ کے حوالہ سے جو اتباع اور تقلید میں وجہ فرق بیان کی ہے' وہ وجہ فرق نہیں بلکہ دونوں کے درمیان اشتراک کی دلیل ہے فرماتے ہیں :

؎۱ معیار الحق ص۳۵ ، ؎۳ سبیل الرشاد ص۲۷ ،

؎۲ تنبیہ الائمہ علی وجوب الاخذ بالکتاب والسنة ص۲۵-۲۶ .

9045272713

"تقلید محض قول بلا معرفت دلیل کے قبول کرنے کا نام ہے" "اور اتباع علی وجہ البصیرت قبول کرنے کا نام ہے"۔

تقلید کی تعریف کی بحث میں یہ بات ثابت کی جاچکی ہے "بلامعرفۃ دلیل" کا مطلب یہ ہے' دلیل کا جاننا اور اس کا مطالبہ کرنا ضروری نہیں ہے کیوں کہ مقلد کو اس بات کا یقین ہے کہ مجتہد بلا دلیل کے بات نہیں کہتا۔ اس سلسلہ میں اسے اس قدر شرح صدر ہے کہ وہ مطالبہ دلیل کی ضرورت نہیں محسوس کرتا۔

چنانچہ تقلید کی تعریف میں "معتقداً للحقیقۃ" کے الفاظ گذر چکے ہیں.... اور اتباع علی وجہ البصیرت کا بھی مفہوم یہی ہے۔ کیوں کہ اتباع علی وجہ البصیرت کا مفہوم اگر یہ مراد لیا جائے کہ وہ اس مسئلہ کی دلیل کو علی وجہ البصیرت جانتا ہے۔ تو پھر اسے کسی کی اتباع کی کیا ضرورت ہے؟ اتباع تو وہاں ہوتی ہے جہاں علم سے محرومی یا علم کی کمی ہو' علی وجہ البصیرت علم کے ہوتے ہوئے دوسرے کی اتباع کے کیا معنی؟

بہر حال یہ واضح ہے کہ تقلید کی تعریف میں "معتقداً للحقیقۃ" کا لفظ اور اتباع علی وجہ البصیرت" دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے اور اتباع اور تقلید باہم مترادف ہیں۔

9045272713

اجماع کی اہمیت

کسی مسئلہ کے ثبوت اور وجوب کے دلائل شرعیہ میں اجماع بھی ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے:

" ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی الخ (النساء)

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رح آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

وھذہ الآیۃ دلیل علی حرمۃ مخالفۃ الاجماع لانہ تعالی رتب الوعید علی للشاقۃ واتباع غیر

اور یہ آیت مخالفت اجماع کے حرام ہونے کی دلیل ہے اس لئے کہ اللہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور مسلمانوں کے طریقہ

سبيل المؤمنين ولا وجه لكون احدهما سببًا له دون الأخر ولا لغا ذكر الآخر ولا يكون مجموعهما سببًا لان المشاقة محرمة بانفرادها بالنصوص القطعية فظهر ان كل واحد منهما سبب للوعيد فثبت ان اتباع غير سبيلهم محرم فثبت ان اتباع سبيلهم واجب لان الانسان لامحالة سالك سبيلا. روى البيهقي والترمذي عن ابن عمرو ابن عباس قالا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجمع الله هٰذه الامة على الضلالة ابدًا ويد الله على الجماعة ومن شذ شذ في النار[1]

کے علاوہ کی اتباع کو وعید کی بنیاد قرار دیا ہے۔ اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ایک ہی چیز کو سبب قرار دیا جائے کیوں کہ اس صورت میں دوسرے کا ذکر لغو ہو جائے گا۔ نیز دونوں چیزوں کے مجموعے کو بھی سبب قرار نہیں دیا جا سکتا کیوں کہ مخالفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو نصوص کی بنا پر مستقلاً حرام ہے تو یہ بات ظاہر ہوئی کہ دونوں میں سے ہر ایک سبب وعید ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مسلمانوں کے طریقہ کے علاوہ کی اتباع کرنا حرام اور مسلمانوں کے طریقہ کی اتباع واجب ہے۔ کیوں کہ انسان کوئی نہ کوئی راستہ تو ضرور اختیار کرے گا۔ بیہقی اور ترمذی نے ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کو اللہ تعالیٰ گمراہی پر کبھی بھی جمع نہ فرمائیں گے۔ اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اور جس نے الگ راستہ اختیار کیا وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا

علامہ قرطبی رہ فرماتے ہیں:

قال العلماء في قوله تعالىٰ "ومن يشاقق الرسول" دليل على صحة القول بالاجماع[2]

علماء نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول "ومن یشاقق الرسول" میں اجماع کی صحت پر دلیل ہے

---

[1] تفسیر مظہری ص ۲۳۰ جلد ۲

[2] تفسیر القرطبی جلد ۵ ص ۳۸۶

تقلید کا وجوب اجماع سے

تقلید پر امت کا اجماع ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فالتمذھب للمجتہدین سرّ الھمہ اللہ تعالیٰ للعلماء و جمعھم من حیث یشعرون اولا یشعرون [1]

مجتہدین کرام کا مسلک اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے جیسے اللہ نے علماء کے دلوں میں ڈال دیا ہے اور ان کو اس پر جمع کر دیا چاہے وہ اس راز کا ادراک کریں یا نہ کریں۔

نیز شاہ صاحب اپنے رسالہ "الانصاف" میں تقلید پر اجماع نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

کان ھٰذا ھو الواجب فی ذالک الزمان [2]

اور اس وقت میں تقلید واجب ہو گی۔

طحطاویؒ فی شرح درالمختار فی کتاب الذبح قال بعض المفسرین ھٰذہ الطائفۃ الناجیۃ المسماۃ باھل السنۃ والجماعت اجمعت الیوم فی المذاھب الاربعۃ [3]

طحطاوی نے درمختار کی شرح میں کتاب الذبح کے اندر لکھا ہے کہ بعض مفسرین فرماتے ہیں: اس فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت والجماعت نے اس زمانہ میں مذاہب اربعہ میں انحصار پر اجماع کر لیا ہے۔

صاحب الروض الباسم ایک معترض کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

وھذا کلہ یودی الی تمکین العامی عن عدم وجوب الرجوع الی العلماء لکن المعلوم وجوب ذالک علی العوام من اجماع الصحابۃ رض تبطل ما ادی الیٰ

اور (تمہاری) یہ سب بات یہاں تک پہنچاتی ہے کہ عامی کے لیے علماء کی طرف عدم وجوب رجوع کی بھی وسعت ہے۔ لیکن صحابہ کرامؓ کے اجماع سے یہ معلوم ہے کہ عامی پر علماء کی طرف رجوع کرنا واجب

---

[1] الانصاف فی بیان سبب الاختلاف [2] الانصاف ص۵۲، [3] مدار الحق ص۳۴۱۔

9045272713

مخالفة لاجماعهم ....

واما اجماع الصحابة على تقرير العوام على التقليد فلانه اجماع فعلي لا لفظي [1]

ہے اور جو چیز صحابہ کرام رضہ کے اجماع کے خلاف ہو تو وہ خود باطل ہے .... اور حضرات صحابہ رضہ کے اجماع فعلی سے نہ کہ لفظی (اور نصی) سے یہ ثابت ہے کہ عوام کو تقلید پر برقرار رکھا جائے۔

ان تصریحات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچی کہ کتاب وسنت کے ساتھ ساتھ تقلید کا ثبوت ووجوب اجماع امت سے بھی ہے۔

تقلید کا وجوب قیاس سے

دلائل شرعیہ میں قیاس بھی ہے .... صاحب المنار فرماتے ہیں :

وانه حجة نقلا وعقلا، اما النقل فقوله تعالى فاعتبروا يا اولي الابصار۔ وحديث معاذ معروف [2]

اور بے شک قیاس حجت ہے نقلی طور پر بھی اور عقلاً بھی بہر حال نقل، تو اللہ تعالی کا قول "عبرت حاصل کرو اے عقلمندو" اور حضرت معاذ رضہ کی حدیث جو معروف ہے۔

تقلید کا وجوب قیاس سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ نے الانصاف میں اور علامہ ابن حجر مکی رحمہ نے فتح المبین شرح اربعین للنووی میں یہ اصول بیان کیا ہے :

مقدمة الواجب واجب [3]

واجب کا مقدمہ واجب ہوتا ہے۔

اور علامہ طیبی رحمہ نے شرح مشکوٰۃ میں شیخ ابو محمد عبدالعزیز بن سلام رحمہ کی کتاب "القواعد" کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے کہ :

البدعة منقسمة الى واجب كالاشتغال بعلم النحو الذي يفهم به كلام الله وكلام

بدعت منقسم ہوتی ہے واجب کی طرف جیسے علم نحو میں مشغول ہونا۔ جس کے ذریعہ اللہ اور رسول ﷺ کے

---

[1] الروض الباسم ص۱۰۹ ج۱، [2] المنار مع نور الانوار ص۲۲۳، [3] مدار الحق ص۳۸۸،

9045272713

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و حفظ اعراب الکتاب والسنۃ وتدوین اصول الفقہ والکلام فی الجرح والتعدیل وتمییز الصحیح من السقیم والرد علی الجبریہ والقدریہ والمرجیہ والمجسمہ لان حفظ الشریعۃ واجب وذا لایتأتی الا بذلک وما لا یتم الواجب الا بہ فھو واجب [1]

کلام کو سمجھا جاتا ہے۔ اور کتاب وسنت کے اعراب کا یاد کرنا، اور اصول فقہ کی تدوین کرنا جرح وتعدیل صحیح اور سقیم کی تمیز کے سلسلہ میں گفتگو کرنا جبریہ، قدریہ، مرجیہ، اور مجسمہ کی تردید کرنا اس لئے کہ شریعت کی حفاظت واجب ہے اور یہ ان چیزوں کے بغیر ممکن نہیں۔ اور جس چیز کے بغیر واجب حاصل نہیں ہو سکتا وہ چیز بھی واجب ہوتی ہے۔

انہیں دونوں اصولوں کے پیش نظر صاحب مدار الحق فرماتے ہیں کہ:

فکذلک تقلید المذاھب.. کان واجبًا لانہ مقدمۃ الواجب لان حفظ الشریعۃ واجب وذالک لایحصل فی ذالک الزمان لشیوع الخیانۃ وفساد النیۃ فی ذالک الزمان الا بہ [2]

اسی طرح تقلید مذاہب بھی واجب ہے کیوں کہ وہ واجب کا مقدمہ ہے۔ اس لئے کہ شریعت کی حفاظت واجب ہے اور یہ اس زمانہ میں تقلید کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس زمانے میں خیانت اور فساد نیت کے عام ہو جانے کی وجہ سے۔

حسب تحقیق علامہ ابن الہمام رہ صاحب فتح القدیر وشیخ محمد حضری بک رہ صاحب تاریخ التشریع الاسلامی

"ایک لاکھ صحابہ کرام رضوان اللّٰہ علیہم اجمعین میں مجتہدین حضرات کی تعداد بیس سے متجاوز نہ تھی۔" [3] بقیہ صحابہ کرام رض حسب ضرورت انہیں حضرات کی تقلید کرتے تھے۔

ان حضرات میں یہ رائج تقلید معین اور غیر معین دونوں نوعیتوں کی تھیں۔

آئندہ سطور میں ان دونوں عنوانوں کے تحت دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

---

[1] بحوالہ مدار الحق ص ۳۹ ، [3] ملاحظہ ہو فتح القدیر ص ۳۲ و تاریخ التشریع الاسلامی ص ۱۵۰

[2] مدار الحق ص ۳۹۔

9045272713

عہد صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ میں تقلید غیر معین

(۱) عن ابن عباس رض قال خطب عمر بن الخطاب الناس بالجابية وقال ایها الناس من اراد ان یسأل عن القرآن فلیات ابی ابن کعب رض ومن اراد ان یسأل عن الفرائض فلیات زید بن ثابت ومن اراد ان یسأل عن الفقه فلیات معاذ بن جبل ومن اراد ان یسأل عن المال فلیاتنی فان الله جعلنی له والیا وقاسماً۔ (رواه الطبرانی فی الاوسط)[1]

حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مقام جابیہ میں خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو جو شخص قرآن کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہو وہ ابی ابن کعب رض کے پاس جائے جو میراث کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہو وہ زید بن ثابت کے پاس جائے، اور جو شخص فقہ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہو وہ معاذ بن جبل سے معلوم کرے۔ اور جو شخص مال کے بارے میں سوال کرنا چاہے وہ میرے پاس آئے اللہ نے مجھے اس کا والی اور قاسم بنایا ہے۔

اس خطبہ میں حضرت عمر رض نے دین کے مختلف نوع کے مسائل کو مختلف لوگوں سے پوچھنے کی تلقین فرمائی۔

یہ پوچھنا دو نوعیت کا ہوسکتا ہے۔

۱۔ مسائل کی تحقیق کرنا، ان کے دلائل معلوم کرنا۔ ظاہر ہے کہ سارے لوگوں میں اس کی صلاحیت نہیں ہوتی۔

۲۔ محض عمل کے لئے مسائل معلوم کرنا، اسی کو تقلید کہتے ہیں۔

(۲) حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان قال حدثنا عمرو ابن دینار قال سألنا ابن عمر عن رجل اعتمر فطاف بالبیت سبعاً ولم یطف بین الصفا والمروة ایقع بامرأته فقال ابن عمر قدم رسول الله

ہم نے ابن عمر رض سے اس آدمی کے بارے میں سوال کیا جس نے عمرہ کیا اور خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہیں کیا۔ کیا وہ اپنی بیوی کے پاس جاسکتا ہے، تو ابن عمرؓ نے فرمایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور

---

[1] بحوالہ تقلید کی شرعی حیثیت ص ۳۳

صلی اللّٰہ علیہ وسلم فطاف بالبیت سبعا وصلی خلف المقام رکعتین وطاف بین الصفا والمروۃ وقال واللّٰہ لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ قال عمرو وسالنا جابر بن عبد اللّٰہ فقال لا یقربھا حتی یطوف بین الصفا والمروۃ [1]

خانہ کعبہ کا سات دفعہ طواف فرمایا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور صفا اور مروہ کے درمیان طواف فرمایا۔ ابن عمر نے فرمایا۔ اللہ کی قسم تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں بہترین نمونہ ہے۔ عمروؓ فرماتے ہیں۔ جابر بن عبد اللہ رضہ سے سوال کیا، تو انھوں نے فرمایا بیوی کے پاس نہیں جائے جب تک کہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہ کرلے۔

ثابت ہوا کہ ایک مسئلہ عمرو بن دینار نے عبد اللہ بن عمرؓ سے معلوم کیا۔ پھر اسی مسئلہ کو جابر بن عبد اللہ سے بھی معلوم کیا، دلیل کسی سے دریافت نہیں کی۔ یہ الگ بات ہے کہ حضرت ابن عمر نے جواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے دلیل پیش کردی اور حضرت جابر رضہ نے بلا دلیل پیش کئے مسئلہ بتلا دیا۔

(۳) عن سالم بن عبد اللّٰہ قال کان ابن عمرؓ لا یقرأ خلف الامام قال سألت القاسم بن محمد عن ذٰلک فقال ان ترکت فقد ترکہٗ ناس یقتدیٰ بھم وان قرأت فقد قرأہٗ ناس یقتدی بھم و کان القاسم ممن لا یقرأ [2]

سالم ابن عبد اللہ کہتے ہیں، ابن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے تو میں نے حضرت قاسم بن محمد رہ سے اس بارے میں سوال کیا۔ اس پر انھوں نے فرمایا اگر تم اس کو ترک کردو تو ایسے لوگوں نے اسے ترک کردیا ہے جن کی اقتدا کی جاتی تھی اور اگر قرأت کرو تو بہت سے لائق اقتدا لوگوں نے ایسا بھی کیا ہے اور خود قاسم قرأت خلف الامام نہ کرنے والوں میں تھے۔

مسئلہ مذکورہ میں صحابہ کرام رضہ کے دو گروہ تھے۔ حضرت محمد بن قاسم رہ ان میں سے کسی کی بھی تقلید کو غیر مستحسن قرار نہیں دیتے۔

(۴) عن میمون بن مہران ان ابن عمرؓ

میمون بن مہران سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ نے

[1] مسند حمیدی ص ۲۹۴ ج ۲۔

[2] موطا امام محمد ص ۹۶ باب القرأۃ خلف الامام۔

سئل عن رجل له امتان وهما اختان فوطي احداهما واراد ان يطأ الاخرى فقال ابن عمر لا يصلح ذالك له قيل فان تربها قال لا تخرج التي وطئي من ملكه [1]

اس آدمی کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کے پاس دو بہنیں بطور باندی تھیں۔ ایک سے اس نے وطی کیا پھر دوسری سے بھی وطی کا ارادہ کیا تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے پھر کہا گیا اگر اس نے وطی کر لی تو؟ فرمایا جس سے اس نے وطی کی ہے وہ اس کی ملکیت سے نہیں نکلے گی۔

روایت مذکورہ میں حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ دریافت کیا گیا اور کوئی دلیل طلب نہیں کی گئی اسی کو تقلید کہتے ہیں۔

(۵) عن سليمان بن يسار ان ابا ايوب الانصاري خرج حاجاً حتى اذا كان بالنازية من طريق مكة اضل رواحله وانه قدم على عمر بن الخطابؓ يوم النحر فذكر ذالك له فقال عمر بن الخطاب اصنع ما يصنع المعتمر ثم قد حللت فاذا ادركك الحج قابلاً فاحجج واهد ما استيسر من الهدي

حضرت سلیمان بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ حج کے ارادے سے نکلے جب مکہ کے راستہ میں مقام نازیہ تک پہنچے تو ان کی سواریاں گم ہو گئیں اور وہ یوم النحر میں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور ان سے یہ واقعہ ذکر کیا حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ ارکان ادا کر لو جو عمرہ والا ادا کرتا ہے۔ اور احرام کھول دو۔ پھر اگلے سال جب حج کا زمانہ آئے تو دوبارہ حج کرو اور جو قربانی میسر ہو ذبح کرو [2]

حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے مسئلہ کی دلیل نہیں دریافت کی اور نہ حضرت عمرؓ نے بتائی، بلکہ حضرت عمرؓ کے فہم و اجتہاد پر اعتماد کر کے عمل فرمایا۔ اسی کو تقلید کہتے ہیں ...... مذکورہ دلائل تقلید مطلق کے سلسلہ میں تھے۔ آگے تقلید معین کے سلسلہ میں دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

عہد صحابہؓ اور تابعین میں تقلید معین

(۱) عن عكرمة ان اهل المدينة سألوا

اہل مدینہ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس عورت

---

[1] سنن سعید ابن منصور القسم الاول من المجلد الثالث ص ۴۰۱۔

[2] موطا امام مالک ص ۱۳۹۔

ابن عباس عن امرأة طافت ثم حاضت قال لهم تنفر قالوا لا نأخذ بقولك و ندع قول زيد۔[۱]

کے بارے میں سوال کیا جو طواف فرض کے بعد حائضہ ہو گئی۔ ابن عباس رض نے فرمایا کہ وہ جا سکتی ہے۔ اہل مدینہ نے کہا ہم آپ کے قول پر زید بن ثابت کے قول کو چھوڑ کر عمل نہیں کریں گے۔

اس روایت سے صراحت کے ساتھ تقلید معین کا ثبوت ہوتا ہے۔ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس سے دوٹوک لفظوں میں یہ کہہ دیا کہ ہم زید بن ثابت کے قول کو چھوڑ کر آپ کے قول پر عمل نہیں کر سکتے۔۔۔ یہی تقلید معین ہے۔

(۲) سئل ابو موسیٰ عن ابنة وابنة ابن واخت فقال للابنة النصف وللاخت النصف وائت ابن مسعود فسيتابعنی فسئل ابن مسعود واخبر بقول ابی موسیٰ فقال لقد ضللت اذن وما انا من المهتدين اقضی فيها بما قضی النبی صلی الله عليه وسلم للابنة النصف ولابنة الابن السدس تكملة الثلثين وما بقی فللاخت فاتينا ابا موسیٰ فاخبرنا بقول ابن مسعود فقال لا تسئلونی ما دام هذا الحبر فيكم۔[۲]

حضرت ابو موسیٰ رض سے ایک لڑکی، پوتی اور بہن کی میراث کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا، بیٹی کو آدھا اور بقیہ آدھا بہن کو ملے گا۔ پھر انہوں نے کہا، ابن مسعود کے پاس جاؤ وہ میرے مثل فتویٰ دیں گے۔ تو ابن مسعود رض سے سوال کیا گیا اور انہیں ابو موسیٰ کے قول کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے فرمایا، اس وقت تو میں بھٹک جاتا اور راہ راست پر نہ رہتا۔ میں اس سلسلہ میں وہ فیصلہ کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ بیٹی کو نصف ملے گا پوتی کو سدس ملے گا ثلثین کی تکمیل کرتے ہوئے اور بقیہ بہن کو ملے گا۔ راوی کہتے ہیں، پھر ہم ابو موسیٰ کے پاس آئے اور انھیں ابن مسعود رض کے قول کی اطلاع دی اس پر انہوں نے کہا جب تک یہ محقق عالم موجود ہیں مجھ سے مسائل نہ معلوم کیا کرو۔

---

[۱] صحیح البخاری جلد ۱ ص ۲۳۷۔

[۲] بخاری شریف ص ۹۹۷ ج ۲۔

9045227713

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضہ جیسے صحابی فرما رہے ہیں کہ جب تک عبداللہ ابن مسعود رضہ ہمارے درمیان موجود ہیں تمام مسائل انہیں سے دریافت کئے جائیں. مجھ سے نہ معلوم کئے جائیں. اسی کا نام تقلید معین ورتقلید شخصی ہے.

۳. عن معاذ بن جبل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بعثہ الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء؟ قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ؟ قال فبسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ ولا فی کتاب اللہ؟ اجتہد رأیی ولا آلو فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدرہ فقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما یرضی رسول اللہ[1]

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن بھیجا تو فرمایا کہ جب کوئی قضیہ تمہارے سامنے پیش آئے گا تو کس طرح فیصلہ کروگے. عرض کیا کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا. فرمایا اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ہو؟ تو عرض کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا. آپ نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ وسنت دونوں میں نہ ملے تو؟ عرض کیا اس وقت اپنی رائے سے اجتہاد اور استنباط کروں گا. اور (حق تک پہنچنے کی کوشش میں) کوتاہی نہیں کروں گا. اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضہ کے سینے پر اپنا دستِ مبارک مارا، اور فرمایا، اللہ کا شکر ہے اس نے اللہ کے رسول کے اس قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس پر اللہ کا رسول راضی ہے.

حضرت معاذ کا یہ واقعہ مسئلہ اجتہاد اور تقلید کے سلسلہ میں ایک آئین کلی اور شمع ہدایت کا درجہ رکھتا ہے. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نہ صرف یہ کہ اجتہاد افروز قیاس کی اجازت مرحمت فرمائی بلکہ اس پر حد درجہ مسرت کا اظہار فرمایا... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن حاکم، قاضی، معلم اور مجتہد بنا کر روانہ فرمایا تھا. یمن کے جس حصہ میں وہ تھے تنہا ہی تھے جس سے

---

[1] ابو داؤد شریف ص ۱۴۹ مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۴،

9045272713

صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کے لئے ان کی اتباع لازم قرار دی یہی تقلید معین ہے۔

روایت سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ اہل یمن حضرت معاذ رضی کی تقلید کیا کرتے تھے۔

بخاری شریف میں ہے:

عن الاسود بن یزید قال اتانا معاذ بن جبل بالیمن معلماً امیراً فسألناه عن رجل توفی وترک ابنته و اخته فاعطی الابنۃ النصف والاخت النصف [۱] وفی روایۃ ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حیٌّ۔

حضرت اسود بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی ہمارے یہاں تعلیم کنندۂ احکام دین اور حاکم بن کر آئے، ہم نے ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ ایک شخص مرگیا اور اس نے ایک بیٹی اور ایک بہن چھوڑی۔ حضرت معاذ رضی نے نصف کا بیٹی کے لئے اور نصف کا بہن کیلئے حکم فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ اس وقت زندہ تھے۔

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح تحریر فرماتے ہیں:

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تقلید جاری تھی۔ کیوں کہ تقلید کہتے ہیں، کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لیا جائے کہ یہ دلیل کے مطابق بتلا دے گا۔ اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا، سو قصۂ مذکورہ میں سائل نے تو دلیل دریافت نہیں کی اور محض اس کے تدین کے اعتماد پر قبول کرلیا اور یہی تقلید ہے۔ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے تھے۔ پھر اس جواب کے اتباع پر جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا، نہ حضور ص سے انکار ثابت ہے اور نہ کسی اور سے رد منقول ہے۔ اس سے جواز تقلید حضور کی حیات میں اس کا بلانکیر شائع ہونا ثابت ہوگیا" [۲]

۴- عن عمرو بن میمون الاودی قال

حضرت عمر بن میمون الاودی رح فرماتے ہیں کہ

---

[۱] بخاری شریف ص ۹۹۷ ج ۲۔
[۲] الاقتصاد ص ۷

9045272713

قدم علینا معاذ بن جبل الیمن رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الینا فسمعت تکبیرہٗ مع الفجر رجل اجش الصوت قال فالقیت محبتی علیہ فما فارقتہ حتی دفنتہٗ بالشام میتاً ثم نظرت الی افقہ الناس بعدہ فاتیت ابن مسعود فلزمتہ حتی مات [1]

حضرت معاذ بن جبل ہمارے پاس یمن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سفیر بن کر آئے فرماتے ہیں، میں نے نماز فجر میں ان کی تکبیر سنی وہ بھاری آواز والے تھے۔ میرے دل میں قدرت کی طرف سے ان کی محبت ڈال دی گئی۔ اس کے بعد ان سے اس وقت تک جدا نہیں ہوا جب تک ان کا انتقال نہ ہو گیا۔ اور انہیں میں نے شام میں دفن نہیں کر دیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ ان کے بعد سب سے بڑا فقیہ کون ہے تو میں حضرت ابن مسعود کے پاس آیا اور انہی کے ساتھ رہنے لگا یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی۔

اس روایت میں حضرت عمر بن میمون رض کا یہ فرمانا کہ جب تک حضرت معاذ بن جبل زندہ رہے میں انھیں کی صحبت میں رہا اور انھیں سے رجوع کرتا رہا۔ ان کے بعد ابن مسعود رض لوگوں میں افقہ نظر آئے اور پھر انھیں سے منسلک رہا۔ یہ تقلید معین کی واضح نظیر ہے۔

۵۔ قال الشعبی من سرہٗ ان یاخذ بالوثیقۃ فی القضاء فلیاخذ بقول عمر وقال مجاھد اذا اختلف الناس فی شئ فانظروا ما صنع عمر فخذوبہ ...... قال محمد بن جریر لم یکن احدٌ لہ اصحاب معروفون حرروا فتیاہٗ ومذاھبہ فی الفقہ غیر ابن مسعود کان یترک مذھبہ وقولہ

شعبی رہ فرماتے ہیں جو شخص یہ چاہتا ہے کہ قضا میں کمل یقین حاصل کرے تو وہ شخص حضرت عمر رض کے قول کو اختیار کرے۔ مجاہد رہ فرماتے ہیں جب لوگ کسی چیز میں اختلاف کریں تو حضرت عمر رض کے قول و عمل کو دیکھو اور اسی کو اختیار کرو۔ محمد بن جریر رہ کہتے ہیں، ابن مسعود رض کے علاوہ کسی کے ایسے معروف اصحاب نہیں تھے جنھوں نے فقہ میں اس کے فتاوے اور مذاہب

---

[1] ابوداؤد شریف صـ ۶۲ جـ ۱

9045272713

تقول عمر .... وقال الشعبي عبد الله لا يقنت ولو قنت عمر لقنت عبد الله ۱

کو ترک کیا ہو۔ اس کے وجود ابن مسعود رض اپنے مسلک اور قول کو حضرت عمر رض کے قول کے مقابلہ میں ترک کر دیتے تھے .... شعبی فرماتے ہیں، عبداللہ قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ اگر عمر قنوت پڑھتے تو وہ بھی ضرور پڑھتے۔

حضرت شعبی رح اور مجاہد رح نے واضح الفاظ میں حضرت عمر رض کی تقلید کی تلقین کی اسی طرح ابن عمر رض ابن مسعود رض جیسے اساطین علم و فضل اپنے عمل کی بنیاد حضرت عمر رض کے عمل اور فیصلہ پر رکھتے تھے، اسے بجز تقلید اور کیا کہا جائے گا

۱۰۔ قال طاؤس ادركت سبعين من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا تدارأوا في شيء انتهوا الى قول ابن عباس ۲

طاؤس کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر صحابہ سے ملاقات کی ہے وہ حضرات جب کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے تو ابن عباس رض کے قول کی طرف رجوع کرتے تھے۔

یہ ستر کی تعداد میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباس رض کے قول کو مرجع قرار دیتے تھے، بلفظ دیگر یہ سب حضرت انہیں کی تقلید کرتے تھے۔

۱۱۔ كان عمر رضي الله عنه يفعل ذالك فان اعياه ان يجد في القرآن والسنة نظر هل كان لابي بكر فيه قضاء؟ فان وجد ابابكر قد قضى فيه بقضاء قضى به والا دعا رؤس المسلمين فاذا اجتمعوا على امر قضى به ۳

حضرت عمر رض کتاب و سنت سے مسائل حل کرتے تھے، اگر وہ کتاب و سنت سے مسئلہ حل کرنے سے قاصر رہتے تھے تو دیکھتے تھے کہ ابوبکر رض کا اس مسئلہ میں کوئی فیصلہ ہے حضرت ابوبکر رض کا فیصلہ معلوم ہو جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے ورنہ اہم مسلمانوں کو جمع کرتے اگر وہ لوگ کسی رائے پر مجتمع ہو جاتے تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔

---

۱ مقدمہ اعلاء السنن جلد ۲ ص ۲۰ ۲ مقدمہ اعلاء السنن جلد ۲ ص ۴ ۳ تاریخ الخلفاء ص ۴۳

9045272713

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کتاب وسنت میں مسئلہ نہ پانے کی شکل میں حضرت ابوبکر رض ہی کے قول کی طرف رجوع کرتے اور اسی کے مطابق فیصلہ کرتے تھے ان کے فیصلہ کے موجود ہونے کی شکل میں کسی دوسرے کے فیصلہ کو قابل تسلیم نہیں قرار دیتے تھے. تقلید معین اسی کو کہتے ہیں۔

۸۔ کتب اهل الکوفه الی ابن الزبیر فی الجد فقال اما الذی قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم "لوکنت متخذا من هذه الامة خلیلا لاتخذته" انزله ابا یعنی ابابکر[۳]

اہل کوفہ نے ابن زبیر سے "جد" کے سلسلہ میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا، وہ آدمی جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اس امت میں اگر کسی کو اپنا خلیل بناتا تو انھیں کو بناتا" انہوں نے "جد" کو "اب" کے درجہ میں رکھا ہے۔ ابن زبیر کی مراد (اس آدمی سے) حضرت ابوبکر رض تھے۔

حضرت ابن زبیر کے پیرایۂ کلام سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت ابوبکر رض کا قول دیگر تمام حضرات کے اقوال کی بنسبت افضل اور اقرب الی الصواب ہے پھر انھوں نے مسئلہ مذکورہ میں حضرت ابوبکر کے فیصلہ کی دلیل بھی نہیں بیان کی۔ دلیل نہ بیان کرنا تقلید ہے اور حضرت ابوبکر رض کی فضیلت بیان کرنا انھیں کے قول کو اختیار کرنے کی تلقین ہے یہی مفہوم ہے تقلید معین کا۔

آئندہ محاضرے میں "تقلید شخصی کی ضرورت" پر ان شاء اللہ مفصل گفتگو کی جائے گی

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

[۳] بخاری شریف جلد ۱ ص ۵۱۶۔